SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 171-193
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: Dr. Saima Iqbal, Muhammad Saad, & Sadaqat Ali. (2024). Maher al-Qadri's allegorical system: ماہر القادری کا تشبیہاتی نظام. Shnakhat, 3(1), 171-193. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/252

Maher al-Qadri's allegorical system

ماہر القادری کا تشبیہاتی نظام

Dr. Saima Iqbal | Muhammad Saad | Sadaqat Ali

Assistant Professor department Urdu, Govt. College University Faisalabad
Lecturer Urdu, Department of Urdu, Lahore leads University, Lahore
MPhil Scholar department Urdu, Govt. College University Faisalabad

Abstract

Mahirul Qadri was born on 8 Jumadi al-Thani 324 AH (corresponding to 30 July 1906) in Kesar Kalan, a town in Bulandshahr District (U.P. India). Manzoor Hussain is the real name. Maher al-Qadri was a religious figure. He had a heartfelt love for the Holy Prophet, the evidence of which is found in his Natiya poetry. Mahir al-Qadri was a person of extraordinary ability and a great writer. He was also endowed with an unparalleled passion for poetry. They seem to shed light on different aspects from different angles. The greatness and elevation seen in his poetry is the product of his deep artistic poetry. You have tried hymns, naats, historical poems, poems based on religious figures. Who does not know about Maherul Qadri's artistic personality. In his speech, there is a lot of wealth of words and meanings. There are countless examples of similes, metaphors and idioms in his speech. Mahir-ul-Qadri's speech is called the best effort from the religious and historical point of view. This essay examines Analogies in his poetry.

Key Words:Mahir al-Qadri's living conditions, Religious colors, Ghazal color, Fiction, Sketching, Travelogue, Definition of knowledge statement, use of similes in Mahirul-Qadri's poetry

ماہر القادری کے حالاتِ زندگی:

ماہر القادری 8 جمادی الثانی 324ھ (بمطابق 30 جولائی 1906ء) کو ضلع بلند شہر (یو۔پی۔بھارت) کے ایک قصبہ کیسر کلاں میں پیدا ہوئے۔ منظور حسین اصل نام ہے۔ماہر القادری نے قرآن پاک اور اردو کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب سے حاصل کی۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے والد سے فارسی کی کتابیں پڑھتے رہتے اور 1915ء میں کیبر مڈل سکول ڈبائی میں داخلہ لیا۔

"ایک طالب علم کی حیثیت سے، ماہر کو تاریخ، اردو، فارسی میں تو امتیازی حیثیت حاصل رہی، مگر ریاضی میں وہ کمزور تھے۔اس لیے 1924ء میں جب الٰہ آباد یونیورسٹی میٹرک کا امتحان دیا تو فیل ہو گئے۔"(1)

چنانچہ انھوں نے دوبارہ امتحانات کی تیاری کی اور 1926ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا۔ بچپن ہی سے ماہر القادری کی اخبار اور رسائل

پڑھنے کے بہت شوقین تھے۔ وہ خواجہ نظامی کا رسالہ ''نظام المشائخ'' اور ان کے مضامین ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھتے تھے۔ ہندوستان میں جب ''تحریک خلافت'' کا آغاز ہوا تو ماہر القادری اس کے سب سے کم عمر کارکن تھے۔

''عمومی مطالعہ کے حوالے سے ''نظام المشائخ'' کے علاوہ جو رسائل و جرائد ماہر کے زیرِ مطالعہ رہے، ان میں سے ماہنامہ ''زمانہ'' کانپور، ماہنامہ ''عالمگیر'' لاہور ماہنامہ ''نقیب''، ''نقاش'' اور رسالہ ''ادیب'' الٰہ آباد بھی شامل تھے۔ تیرہ چودہ برس کی عمر میں وہ نیاز فتح پوری کے ''نگار'' سے متعارف ہوئے اور موصوف کے شاعرانہ رومانی اسلوبِ تحریر سے بہت متاثر ہوئے۔''(2)

ماہر القادری کا تعلق متوسط گھرانے سے تھا۔ والد کی وفات کے بعد ان کے مالی حالات کچھ اچھے نہ رہے کیونکہ انھیں زراعت سے دلچسپی نہ تھی۔ انھوں نے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے مرشد مولانا عبدالقدیر بدایونی سے ملازمت کے لیے سفارش کی درخواست کی۔

مذہبی رنگ

ماہر القادری مذہبی شخصیت کے حامل تھے۔ اُن کی زندگی کے تقریباً ہر پہلو میں مذہبی رنگ ضرور نظر آتا ہے۔ انھیں حضور ﷺ سے قلبی محبت تھی جس کے ثبوت ان کی نعتیہ شاعری میں جگہ جگہ ملتے ہیں۔ یعنی ماہر القادری ثواب کے حصول کے لیے نعت نہیں لکھتے تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں گرفتار ہو کر لکھتے تھے۔ اُن کی نعت سے چند اشعار درجہ ذیل ہیں، جن میں حضور ﷺ کی محبت واضح محسوس کی جاسکتی ہے:

اے نامِ محمد صلِ علیٰ ماہر کے لیے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا، آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے
واعظ سے کہو ذکرِ محمدؐ ہی کئے جائے
یہ تو میرا ایمان ہے، یہ تو مری جاں ہے
(3)

ان کے علاوہ ''فاران'' اور دیگر رسائل میں بھی نعتیہ کلام پیش کرتے رہتے تھے۔ دو نعتیں فارسی میں بھی لکھی۔ ماہر القادری نے نعت کے میدان میں بھی شعری اسلوب، زبان و بیان اور شعری محاسن کو مد نظر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام انہیں ہم عصر نعت گو شعراء سے ممتاز کرتا ہے۔ ماہر القادری نے غزل گوئی میں بھی اپنا مقام بنایا۔ ماہر کا دور ترقی پسند تحریک کا دور تھا، جس کی وہ کھل کر مخالفت کرتے تھے۔ ماہر القادری نے غزل کی بنیادی روایت کو قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن ترقی پسند تحریک کی مخالفت کی وجہ سے انہیں وہ مقام نہ مل سکا جس کے وہ حق دار تھے۔

غزلیہ رنگ

ماہر القادری کی غزل سوز و گداز کا منبع بھی نظر آتی ہے۔ کہیں وہ شکوہ کرتے نظر آتے ہیں تو کہیں دعا دیتے ہیں۔ غم کا اظہار بھی خوب صورت پیرائے میں کیا گیا کہ غم ہونے کے باوجود دعا دی گئی اور احساس فرقت کے لیے شمع اور پروانے کی مثال اس قدر دلکش ہے کہ قاری واہ واہ کر اٹھتا ہے۔ مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ماہر القادری کا شمار ان غزل گو شعراء میں ہے جنہیں غزل پر عبور حاصل تھا۔ ماہر القادری کے شعری مجموعے درجہ ذیل ہیں:

1۔ محسوساتِ ماہر

2۔ نغماتِ ماہر

3۔ جذباتِ ماہر

4۔ فردوس

ماہر القادری کی شاعری کا دو تہائی حصہ نظموں پر مشتمل ہے۔ یہ نظمیں ہر آہنگ میں لکھی گئی ہیں، یعنی ان میں رومانی، ملی، اصلاحی اور تاریخی ہر طرح کی نظمیں شامل ہیں۔ ماہر کی بہت سی نظمیں اقبال کی نظموں کی تقلید کرتی نظر آتی ہیں لیکن اس تقلید کے پیچھے بھی خاص مقصد پوشیدہ ہے۔ ماہر نے نظم میں بھی انفرادیت کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔ اُن کی رومانی نظموں میں ''پنگھٹ کی صبح''، ''پنگھٹ کی شام''، ''چلو سرود مستانہ''، ''جمنا کا کنارہ''، ''یاد ہے''، ''واردات''، ''پہلی ملاقات''، ''ریل کا سفر''، ''پھول والی'' اور ''اک شب حاصلِ زندگانی'' قابلِ ذکر ہیں۔ ماہر کی ایک نظم ''ریل کا سفر'' سے چند مصرعے یوں ہیں:

کتنا صبیح چہرہ، کتنی سیاہ زلفیں

پھیلا ہوا اجالا، سمٹی ہوئی گھٹائیں

نظروں کے سامنے تھی وہ روحِ شادمانی

میں یہ سمجھ رہا تھا دنیا ہے غیر فانی(4)

ان کی شاعری میں ملی اور تاریخی نظمیں بھی بہت ملتی ہیں۔ مثلاً ''فرضِ اولین''، ''ذبحِ عظیم''، ''افغانی نوجوان''، ''مشرقی خاتون''، ''مسلمانانِ سرحد اور اہمسا''، ''جدید ہندوستان''، ''دنیا کا مستقبل''، ''مجاہدین اسلام''، ''منکرِ وحی سے خطاب'' اور ''مسلمان سے'' شامل ہیں۔

ماہر القادری نے چند ناول بھی لکھے، جو درجہ ذیل ہیں:

1۔ جب میں جوان تھی

2۔ کردار

3۔ کانچ ہاؤس

4۔ درِ یتیم

افسانہ نگاری

ماہر القادری نے افسانہ نگاری میں بھی کمال دکھائے۔ اور بڑی تعداد میں افسانے لکھے۔ ان کی زندگی میں افسانوں کے چھ مجموعے چھپے اور وفات کے بعد بھی ایک مجموعہ چھپا۔ ماہر کے افسانوں کے درجہ ذیل مجموعے ہیں:

1۔ انگڑائی

2۔ طلسم حیات

3۔ حسن و شباب

4۔ پیانے

5۔ مے خانے

6۔ نگینے

ان مجموعوں میں کل 73افسانے موجود ہیں۔

خاکہ نگاری

ماہر القادری نے خاکہ نگاری کے میدان میں بھی بہت کمالات دکھائے۔ انہوں نے ''یادِ رفتگان'' میں ایسی شخصیات کے خاکے لکھے جو یا تو بہت مشہور و معروف ہستیاں تھیں یا پھر کردار کے اعتبار سے بلند مقام رکھتی تھیں۔ ماہر نے نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خان، سر شیخ عبد القادر، سیماب اکبر آبادی، صفی لکھنوی، مولانا تاجور نجیب آبادی، ابوالعلام ناطق لکھنوی اور ڈاکٹر محمد دین تاثیر کے خاکے لکھے۔

سفر نامہ نگاری اور سیر وسیاحت

ماہر القادری نے دو سفر نامے لکھے۔

1۔ کاروان حجاز

2۔ سیاحت نامہ ٔ ماہر

فریضہ ٔ حج

1954ء میں ماہر القادری نے پہلا حج کیا اور اپنے مشاہدات و تاثرات کو ''کاروانِ حجاز'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ یہ کتاب حج کے سفر ناموں میں ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے:

''مارچ 1969ء میں ماہر نے ڈربن کے مسلمانوں کی دعوت پر جنوبی افریقہ کا دورہ کیا۔ اس سفر میں مشرقی افریقہ، یورپ، ترکی، بیروت کی سیاحت کے علاوہ مکہ اور مدینہ کے سفر کی بھی سعادت حاصل کی۔ اگست 1976ء میں انہیں تیسری بار عمرہ کا اعزاز نصیب ہوا اس سفر میں انہوں نے انگلستان کی سیاحت بھی کی۔''(5)

وفات

چوتھی اور آخری بار موصوف مئی 1978ء میں حجاز تشریف لے گئے اور یہی ان کا سفرِ آخرت ثابت ہوا۔ 12 مئی کو انہوں نے کعبۃ اللہ میں حاضری دی اور عمرہ ادا کیا۔ اسی رات کو جدہ میں ایک مشاعرہ ہو رہا تھا۔ ماہر ڈائس پر بیٹھے تھے اور وہیں وہ حرکتِ قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ دوسرے روز جمعہ تھا۔ ان کی میت حرمِ کعبہ میں لائی گئی۔ نمازِ جمعہ کے بعد جنازہ پڑھا گیا اور اس کے بعد انہیں جنتِ معلیٰ میں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کی پائنتی کی طرف دفن کر دیا گیا۔ بقول مولانا محمد علی جوہرؒ:

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر
یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

''مجموعی اعتبار سے ماہر کی صحت عمر بھر قابل رشک رہی آخری چند سال وہ عارضہ ٔ قلب میں مبتلا رہے اور یہی مرض 72 برس کی عمر میں ان کی وفات کا سبب بنا۔''(6)

علم بیان کی تعریف

علم عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''جاننا'' کے ہیں۔ علمِ بیان کے معنی واضح کرنا اور روشن کرنے کے ہیں۔ یعنی بات کو کھول کر بیان کرنا یا ظاہر کرنا۔ یہ کسی بھی طرزِ تحریر میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ علمِ بیان کی بدولت کوئی بھی تحریر فصاحت و بلاغت کی عکاسی کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ علمِ بیان میں ایک ہی مضمون کو بیان کرنے کے لیے

کس طرح نئے نئے پیرائے استعمال کیے جاتے ہیں اور پیرائے چار قسم کے ہوتے ہیں۔ تشبیہ، استعارہ، کنایہ اور مجاز مرسل، ان پیراؤں کے استعمال سے کلام میں ایک سے زیادہ معنی پیدا کیے جاسکتے ہیں اور کسی ایک معنی کو مختلف پیراؤں میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

''فرہنگ اصطلاحات علوم ادبیہ'' کے مطابق:

''ظاہر کرنا، کھول کر بات کرنا، علوم بلاغت میں سے ایک علم جس میں تشبیہ، استعارہ، مجاز اور کنایہ وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔''(1)

نور اللغات کے مطابق:

''بیان، (فصاحت، زبان آوری، ظاہر) مذکر، قول، مقولہ، تقریر، گفتگو، اہل مقدمہ یا گواہوں کا اظہار، شہادت، تفصیل، تفسیر، باب، فصل، مقدمہ، معاملہ، ذکر، کیفیت، حالت جسے بیان کر کے رونا، جز، اطلاع، وہ علم جس میں تشبیہ، مجاز، استعارے، کنایہ وغیرہ کی مدد سے ایک معنی کو کئی طرح سے ادا کر سکتے ہیں۔''(2)

سید عابد علی عابد رقمطراز ہیں:

''علم بیان وہ علم ہے جو مجاز تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ سے اس طرح بحث کرتا ہے کہ اس پر حاوی ہونے کے بعد فنکار، انشاء پرداز یا خطیب اپنے مفہوم کے ابلاغ نام میں کامیاب ہو سکے۔''(5)

علم بیان کی اقسام

۱۔ تشبیہ

۲۔ استعارہ

۳۔ مجاز مرسل

۴۔ کنایہ

علم بیان کے چار اہم ارکان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تشبیہ

عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی مشابہت، تمثیل اور کسی چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دینا ہے۔ علمِ بیان کی رُو سے جب کسی ایک چیز کو کسی خاص خوبی کے اعتبار سے یا مشترک خصوصیت کی بنا پر دوسری چیز کی مانند قرار دے دیا جائے، تو اسے تشبیہ کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر تشبیہ کے معنی ہے مثال دینا۔ چناں چہ کسی شخص یا چیز کو اس کی خاص خوبی یا خصلت کی بنا پر کسی ایسے شخص یا چیز کی مانند قرار دینا، جس کی وہ خوبی سب کے ہاں معروف اور تسلیم ہوئی ہو، تشبیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً ہم یہ کہیں کہ بچہ چاند کی مانند حسین ہے، تو یہ تشبیہ کہلائے گی کیونکہ چاند کا حسن حقیقت ہے۔ اگرچہ یہ مفہوم بچے کو چاند سے تشبیہ دیے بغیر بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ بچہ حسین ہے، لیکن تشبیہ کے استعمال سے اس کلام میں فصاحت و بلاغت پیدا ہو گئی ہے۔

تشبیہ کی تعریف کرتے ہوئے کیفی رقمطراز ہیں:

''تشبیہ کے معنی ہیں یہ جتانا کہ ایک چیز ایک معنی میں بلا تجرید و بلا استعارہ دوسری چیز کی شریک ہے۔ مثلاً اس کا قد سرو جیسا ہے، یعنی راستی میں دونوں مساوی ہیں ان دونوں چیزوں میں اول چیز کو ''مشبہ'' کہتے ہیں۔ یعنی مانند کیا گیا۔ دوسری کو ''مشبہ بہ'' یعنی اس کے ساتھ جو مانند کیا گیا، اور جو معنی دونوں میں مشترک ہیں اس کو ''وجہ شبہ'' یعنی مانند ہونے کی وجہ کہتے ہیں اور جو کلمہ مانند ہونے کو ظاہر کرتا ہے اسے ''حرف تشبیہ'' کہتے ہیں۔ مثال مذکور یعنی اس کا قد سرو جیسا ہے میں قد مشبہ ہے، سرو مشبہ بہ، راستی جو سرو اور قد دونوں میں پائی جاتی ہے، وجہ شبہ یا وجہ تشبیہ اور ''جیسا'' حرف تشبیہ ہے حروف تشبیہ کو ادات بھی کہتے ہیں اور وہ ہیں: مانند، مثل، جیسا، کا سا، گویا وغیرہ۔''(6)

مختصر اًیہ کہ اس بحث کو جہاں تک طوالت دیتے جائیں بات وہی ہے کہ جن دو چیزوں میں مشابہت نظر آتی ہے ان میں اختلافات بھی ضرور ہونے چاہئیں، ورنہ اگر تمام اقدار واوصاف موجود ہوں تو دونوں جگہ ایک ہی شے کا ذکر ہو گا، حالانکہ یہ مراد نہیں ہے بقول میر :

نازُکی اس کے لب کی کیا کہیے

پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے[7]

تو اس کی مراد یہ نہیں کہ محبوب کے ہونٹوں کی نرمی، ندرت اور تازگی ان ہونٹوں کو واقعی گلاب کی پنکھڑی بنا دیتی ہے۔ تشبیہ کو پانچ بنیادی ارکان میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مشبہ، مشبہ بہ، وجہ مشبہ، تشبیہ، غرض تشبیہ اور حرف تشبیہ۔ علاوہ ازیں مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ بھی کہتے ہیں۔

ماہر القادری کے کلام میں تشبیہات کا استعمال

ہر شاعر اپنی شاعری میں تشبیہ کا استعمال کرتا ہے۔ ماہر القادری کے کلام میں بھی تشبیہات کا استعمال احسن انداز میں ملتا ہے۔ نظم ''بہار حرم'' کا شعر ملاحظہ ہو:

جگہ جگہ یہ کھجوروں کی دلنواز قطار

شعاعِ مہر سرِ شاخسانہ کیا کہنا[13]

اس شعر میں کھجوروں کی قطار کو سورج کی شعاعوں سے تشبیہ دی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''اسیرانِ بدر'' کا شعر ملاحظہ ہو:

جم گئے حق کے پرستار چٹانوں کی طرح

جن سے آ کر متصادم ہوئی فوجِ کفار[14]

اس شعر میں حق کے پرستار یعنی مجاہدین کو چٹانوں سے تشبیہ دی گئی ہے، جو تشبیہ کی خوب صورت مثال ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''دربارِ رسولؐ میں حاضری'' کا شعر ملاحظہ ہو:

مسجد کے ستوں کیا ہیں انوار کے فوارے

جانی ترے روضہ کی رحمت کا ہے گہوارہ[15]

اس شعر میں مسجد کے ستونوں کو انوار یعنی روشنی کے فوارے کہا گیا ہے، جو تشبیہ کی منفرد مثال ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''حمد باری تعالیٰ'' کے اشعار ملاحظہ ہوں:

تُو جو چاہے ریت کے تودوں سے ہوں چشمے رواں

تو نہ چاہے سانس لے سکتی نہیں موجِ صبا[16]

اس شعر میں بہتے ہوئے چشموں کو ریت کے تودوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی ایک اور نظم ''حمد'' جس میں تشبیہات کی مثالیں موجود ہیں:

ضیا افگن ہے تیرا جس بتخانہ کی دنیا میں

تیرے انوار کی تابش ہے فانوس کلیسا میں[17]

اس شعر میں نورِ الٰہی کو کلیسا میں جلنے والے فانوس سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ترا سازِ محبت ہے ترنم عندلیبوں کا

چٹک غنچہ کی کیا ہے ، اک تری توحید کا نغمہ[18]

اس شعر میں عندلیبوں کے ترنم کو کلیوں کے چٹخنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ترے حسنِ جلالت خیز کی گرمی اگر چاہے

ابھی سارا زمانہ برف کی صورت پگھل جائے[19]

اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی جلالت کی حدت کو برف کے پگھلنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

جو تُو چاہے مرے مولا تو کانٹے خون ٹپکائیں

رگیں پھولوں کی پتھر سے زیادہ سخت ہو جائیں[20]

اس شعر میں پھولوں میں موجود کانٹوں کی سختی کو پتھر کی سختی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''جدید ہندوستان'' کا شعر ملاحظہ ہو:

یہ جبر و ظلم کی قوت کا لمحۂ آخر

شعاعِ مہر کی زد میں ہو جس طرح شبنم(21)

اس شعر میں ہندوستان کے مظلوم لوگوں کو شبنم سے دی گئی ہے جس پر سورج کی تپش پڑتی ہے تو اس کا وجود مٹ جاتا ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃَ لِّلْعَالَمِیْن''

وہ آئے مہر عالمتاب تھا جن کا حسین چہرا

وہ آئے جن کے ماتھے پر شفاعت کا بندھا سہرا(22)

اس شعر میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے چہرہ مبارک کو سورج سے تشبیہ دی گئی ہے جو سارے عالم کو روشن کرتا ہے۔

وہ آئے جن کے آنے کو گلستان کی سحر کہیے

وہ آئے جن کو ختم الانبیاء خیر البشر کہیے(23)

اس شعر میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی آمد کو باغ کی سحر یعنی صبح صادق سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''یٰاَیُّھَا الذّیْن اٰمَنُوْ صَلُّو علیہ وسلمو تَسْلِیْمًا'' ہے جس میں تشبیہات کی مثالیں موجود ہیں:

درود اس پر جسے شمع شبستانِ ازل کہیے

درود اس پر ابد کی بزم کا جس کو کنول کہیے(24)

اس شعر میں آپ ؐ کی ذات کو ظلمت اور اندھیرے میں جلنے والی شمع سے تشبیہ دی گئی ہے۔

درود اس پر بہارِ گلشن عالم جسے کہیے

درود اس ذات پر فخرِ نبی آدم جسے کہیے(25)

اس شعر میں رسول اللہؐ کی ذات کو گلشن سے تشبیہ دی گئی ہے، جس کے پھولوں کی خوشبُو عالم کی مہک بار کرتی ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''طوائف''اس کا شعر ملاحظہ ہو:

تیرا چہری ارغوانی ، تیرا دل بے آب و رنگ

زندگی کیا ہے تیری قانون سے فطرت کے جنگ(26)

اس شعر میں محبوب کے روشن چہرے کو آب و رنگ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''عقیدت کے آنسو''کا شعر ملاحظہ ہو:

بانوؓ نے کاہ چوم کے معصوم لبوں کو

سچ مچ مرا اصغرؓ تو بنفشہ کی کلی ہے(27)

اس شعر میں حضرت سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے حضرت اصغرؓ کو بنفشہ کی کلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''جدید ہندوستان''کا شعر ملاحظہ ہو:

وہ زندگی کہ جو تھی طائرِ قفس کی طرح

وہ زندگی ہے برنگ فضائے نامحدود(28)

اس شعر میں زندگی کی مشکلات اور مصائب کو طائرِ قفس سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسی نظم کا اور شعر ملاحظہ ہو:

شرارِ برق ہے اس آشیاں کا ہر تنکا

وہ آشیاں کہ جو تھا رہنِ آتش بے دود(29)

اس شعر میں آشیاں کے تنکوں کو برق کے انگاروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم جس کا عنوان ''عہدِ رفتہ کی یاد میں''ہے،اس کا شعر ملاحظہ ہو:

نالیاں کھیتوں کی مثلِ آبشار

ہر طرف سرسوں کے پھولوں کی بہار[30]

اس شعر میں کھیتوں کی نالیوں کو آبشار کی روانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

جھاڑیوں سے وہ طلوعِ آفتاب

ٹوٹتا ہے جیسے دلہن کا حجاب[31]

اس شعر میں سورج کی جھاڑیوں کی اوٹ میں سے رفتہ رفتہ نکلنے کو ایک دلہن کے نقاب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو کہ آہستہ آہستہ اُترتا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "فریب یقین" کا شعر ملاحظہ ہو:

ہے اشتباہ کے سایہ میں یوں یقین کی نمود

گھٹا میں جیسے طلوع سپیدۂ سحر[32]

اس شعر میں شاعر شک کو یقین میں بدلنے کے لیے کالی سخت گھٹا میں سورج کی روشنی سے پھوٹنے والی سپیدی سے تشبیہ دے رہا ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم "سرودِ مستانہ" کا شعر ملاحظہ ہو:

کھنک ساغر کی سن کر کان یہ محسوس کرتے ہیں

کسی نوخیز کے پازیب کی جھنکار ہے ساقی[33]

اس شعر میں شاعر ساغر کی کھنک کی مے کش کے لیے پائل کی چھن چھن سے تشبیہ دے رہا ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

مرا دل اس ترے رنگین شیشہ سے بھی نازک ہے

چٹک نوخیز کلیوں کی بھی جس پر بار ہے ساقی[34]

اس شعر میں شاعر نے دل کی نزاکت کو شیشے کی نزاکت سے تشبیہ دی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''احساسات''اس کا شعر ملاحظہ ہو:

ترے ہونٹوں پر ہلکی سی ہنسی معلوم ہوتی ہے

مجھے سچ مچ بنفشہ کی کلی معلوم ہوتی ہے[35]

اس شعر میں محبوب کے ہونٹوں کی ہنسی کو بنفشہ کی کلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''سفر کی تیاری''کا شعر ملاحظہ ہو:

نظر بے چین چہرے پر اداسی

کہ جیسے دھوپ میں ہرنی ہو پیاسی[36]

اس شعر میں شاعر محبوب کے دیدار کی تشنگی کو صحرا میں پیاسے ہرن سے تشبیہ دے رہا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نم ''دربارِ رسولؐ میں حاضری''کا شعر ملاحظہ ہو:

وہ مدینہ کی مسجد ، وہ سجدے مرے

لوحِ تقدیر جیسے جبیں بن گئی[37]

اس شعر میں مسجدِ نبویؐ میں کیے جانے والے سجدوں کے نشاں کو لوح و قلم پر لکھے نقوش سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ان کے حضور ان کی نوازش کی سن کے دھوم

آئی سحر بھی چاکِ گریباں لیے ہوئے[38]

اس شعر میں رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کے بٹنے کو سحر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم جس کا عنوان ''گنگا کے کنارے''ہے۔اس کے اشعار میں تشبیہات کی مثالیں موجود ہیں:

پانی میں حبابوں کا یہ رہ رہ کے ابھرنا

جیسے پسِ چلمن کرتا ہے اشارے[39]

اس شعر میں بلبلوں کا ہنسنا یا مسمار ہونے کو چلمن کے پیچھے ہونے والے دیدار سے تشبیہ دی گئی ہے۔

نکھرے ہوئے ساحل پہ یہ بگلوں کی قطاریں

حوروں کے پَر جیسے ہوں کوثر کے کنارے[40]

اس شعر میں بگلوں کی قطاروں میں موجود دل کش سفیدی کو حوروں کے حسن سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''نوجوان بیوہ'' اس کے اشعار ملاحظہ ہوں:

پھول سے رخسار کی سرخی میں زردی کی جھلک

ہونٹ کملائے ہوئے سے شبنم آلودہ پلک[41]

اس شعر میں بیوہ کے ہونٹوں کی رنگت کے پھولوں کی سرخ رنگت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اک خزاں دیدہ کلی کی طرح مرجھائی ہوئی

سر سے پا تک بیوگی ہی بیوگی چھائی ہوئی[42]

اس شعر میں ایک عورت کے بیوہ ہونے کو خزاں سے مرجھائی ہوئی کلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''واردات'' کا شعر ملاحظہ ہو:

ان حیات آمیز رخساروں میں سرخی کی جھلک

وہ تبسم ، وہ بہارِ بے خزاں میرے لیے[43]

اس شعر میں رخساروں کی مسکراہٹ کو بہارِ بے خزاں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''بہار'' کے اشعار ملاحظہ ہوں:

یوں جھومتا ہے سبزۂ خوابیدہ بار بار

جیسے کسی حسین کی آنکھوں میں ہو خمار[44]

اس شعر میں سبزوں کے لہلانے کی مستی کو حسینوں کی آنکھوں کی مستی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ہر شاخِ مثلِ برقِ تپاں کا پنتی ہوئی

ہر پھول کیا ہے اک بھڑکتا ہوا شرار[45]

اس شعر میں شاخ کے چمکنے کو آگ کے شراروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''تتلی'' کا شعر ملاحظہ ہو:

یہ نقشِ حسیں پروں پر تیرے

جیسے کوئی حور مسکرا دے[46]

اس شعر میں تتلی کے پروں کے کھلنے کو حوروں کی مسکراہٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیات ماہر میں موجود نظم ''قرار و سکوں'' کا شعر ملاحظہ ہو:

کیا ہے میں نے سمجھ کر یہ میکدے کا طواف

کہ یہ جگہ بھی کہیں باگاہِ یار نہ ہو[47]

اس شعر میں میکدے کو محبوب کی چوکھٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''محمد بن قاسم'' کا شعر ملاحظہ ہو:

سندھ کے ظلمت کدے میں نور افشاں ہے کوئی

ابر کے دامن میں جیسے برق لہرائی ہوئی[48]

اس شعر میں سندھ کے ظلمت کدے میں چمکنے والی روشنی کو بادل کے دامن میں چمکنے والی آسمانی بجلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''حسنِ رہگزر'' کا شعر ملاحظہ ہو:

اس پھول سے چہرے پہ نگاہوں کی وہ یورش

ہر گام پہ اس کا وہ دھڑکتا ہوا سینہ[49]

اس شعر میں محبوب کے چہرے کو پھول کی نفاست سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃَ لِّلْعَالَمِیْن'' کا شعر ملاحظہ ہو:

بہارِ شبنم گل چور ہے کیفِ جوانی میں

نہا کر جیسے آئی ہے ابھی کوثر کے پانی میں[50]

اس شعر میں بہارِ شبنم کو کوثر کے پانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''جانوروں سے حسنِ سلوک'' کا شعر ملاحظہ ہو:

ایک دن اک باغ میں پہنچے حضور ﷺ

بن گیا ہر ذرہ رشکِ شمعِ طور[51]

اس شعر میں ذرات کو کوہِ طور کی روشنی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے'' کا شعر ملاحظہ ہو:

جیسے جنت کے دریچوں سے جھلکتی ہو بہار

پہلی منزل ہی کے انوارِ سحر کیا کہنا[52]

اس شعر میں جنت کے دریچوں سے جھلکتی ہوئی بہار کو پہلی منزل کے انوارِ سحر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''نیند کے مارے اک دوشیزہ'' کا شعر ملاحظہ ہو:

چاند کی رنگت پھیکی سی ہے ، رات بھی ڈھلتی جاتی ہے

شمع بھی سوزِ دل کے ہاتھوں رنگ بدلتی جاتی ہے

سانس کی تیزی کیا کہیے تلوار سی چلتی جاتی ہے[53]

اس شعر میں دوشیزہ کے چہرے کو چاند سے اور سانسوں کے تیزی سے چلنے کو تلوار سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''جوان ہونے سے کچھ پہلے'' کا شعر ملاحظہ ہو:

بہت سادہ طبیعت بھولی بھالی

کہ جیسے بن کھِلی کلیوں کی ڈالی[54]

اس شعر میں نوجوان کی طبیعت کی پاکیزگی و نفاست کو اَن کھلی کلیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر:

کنول کے پھول کی مانند سادہ

حیا فطرت زیادہ سے زیادہ[55]

اس شعر میں حیات و فطرت کو کنول کے پھول سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم ''مشاہدہ'' کے اشعار ملاحظہ ہو:

وہ اس کا میری جانب یکبار گی اشارا

رخ جس طرح بدل دے دریا کا تیز دھارا[56]

اس شعر میں محبوب کے اشارے کو دریا کے تیز بہتے ہوئے دھارے سے تشبیہ دی گئی ہے، جو رخ بدل لیتا ہے۔

رنگین لبوں پہ رقصاں ہلکی سی مسکراہٹ

جیسے شفق کی ضو میں اک کانپتا ستارا[57]

اس شعر میں محبوب کے لبوں پہ سجنے والی مسکراہٹ کو صبح کی روشنی میں دم توڑتے ستارے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''قسم'' کے اشعار ملاحظہ ہوں:

چھڑ گئے دل میں تمناؤں کے ساز

آپ کے پیروں کی آہٹ کی قسم(58)

اس شعر میں ساز کو محبوب کے پاؤں کی آہٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اُن کی مستانہ اداؤں کی قسم

حسن کی رنگین فضاؤں کی قسم(59)

اس شعر میں محبوب کی مستانہ اداؤں کو رنگین فضاؤں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''واردات'' کا شعر ملاحظہ ہو:

مستیوں میں غرق تھا سلمائے گیتی کا شباب

مثلِ میکش جھومتے تھے بام و در ، کل رات کو(60)

کلیاتِ ماہر کی نظم ''صبحِ چمن'' کا شعر ملاحظہ ہو:

گلستان کی زینت مہکتے گلاب

کہ جیسے عروسِ نوی کا شباب(61)

نئی دلہن کی ابھرتی جوانی کو کھلتے گلاب سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

لہکتی ہوئی عشق پیچاں کی بیل

کہ جنگل میں جیسے ہرن کی کلیل(62)

اس شعر میں ہرن کی کلیل کو جنگل میں لہکتی ہوئی بیل سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''عہدِ رفتہ کی یاد میں'' کا شعر ملاحظہ ہو:

دودھ سی چاندی کے جھمکے ہائے! ہائے

پاؤں میں پیتل کے پچھونے ہائے! ہائے(63)

اس شعر میں جھمکوں کی چمک کو پیتل کی چمک سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''مشاہدہ'' کا شعر ملاحظہ ہو:

یہ حال، یہ قیامت، یہ ناز یہ شرارت!

حل ہو گیا ہے جیسے شوخی میں گرم پارا(64)

اس شعر میں محبوب کے ناز و انداز کو گرمئ پارہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وقت پڑے تو کام نہ آئے

لکڑی کی تلوار ہے دنیا(65)

اس شعر میں دنیا کو لکڑی کی تلوار سے تشبیہ دی گئی ہے جو ضرورت پڑنے پر کسی کے کام نہیں آتی۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''جدید ہندوستان'' کا شعر ملاحظہ ہو:

جبینِ ہند سے پھوٹی ہے زندگی کی کرن

کہ جیسے شب کے دھندلکے میں ہو سحر کی نمود(66)

اس شعر میں برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی حکومت کے وجود کو اندھیرے میں پھوٹنے والی سحر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

یہ کس کی جرأتِ بے باک ہے نقاب کشا

کہ ظلمتوں کے افق سے ہے طلعتوں کا ظہور(67)

اس شعر میں مسلمانوں کے وجود کو ظلمت کی دنیا میں سورج کے اُبھرنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''اقبال'' کا شعر ملاحظہ ہو:

کہا لبیک اس کے شعر پر کلیوں نے ہنس ہنس کر

نسیم صبح کی مانند اٹھلاتا ہوا آیا(68)

اس شعر میں کلیوں کو ہنسنے کو نسیم صبح کی روانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

ہوا نازل زمینِ ہند پر ''بانگِ درا'' بن کر

وہ آیا اور ہر سوتے کو چونکاتا ہوا آیا(69)

اس شعر میں مفکرِ اسلام علامہ اقبال کو بانگ درا سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو قافلے میں سوئے لوگوں کو جگانے کے لیے بجائی جاتی ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

قلندر کی زبان میں اس نے دی تعلیم آزادی

مجاہد کی طرح تلوار چمکاتا ہوا آیا(70)

اس شعر میں اقبال کی تعلیم نظریات وافکار کو مجاہد کی چمکتی ہوئی تلوار سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''کمسن مزدور'' کا شعر ملاحظہ ہو:

سختیوں سے پھول رخسار کملائے ہوئے

کمسنی میں دل پر غم کی چوٹ سی کھائے ہوئے(71)

اس شعر میں غریب مزدور کے چہرے کو مرجھائے ہوئے پھول سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

اس کے رخساروں کی ہے دھوپ کی شدت سے جنگ

کتنا پھیکا پڑ یا ہے پھول سے چہرے کا رنگ(72)

اس شعر میں گرمی کی وجہ سے پڑنے والی سلوٹوں کی رنگت کو پھولوں کی پھیکی رنگت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''مردِ مومن'' کا شعر ملاحظہ ہو:

ہر سانس کی آواز ہے اک نعرۂ تکبیر

تلوار کا جوہر ہے مسلمان کا ادراک(73)

اس شعر میں تلوار کی جھنکار کو نعرہ تکبیر کی گونج سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

مسلم کی ترقی میں ہے فطرت کا توازن

برسات میں جیسے کوئی دانا ہو تہہ خاک(74)

اس شعر میں مسلمانوں کو ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے خود کو مٹانے کے واسطے برسات میں زمین میں دب جانے والے دانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

یہ چاہے تو ذروں کو ستاروں سے ملا دے

اک کھیل ہے مومن کے لیے گردشِ افلاک(75)

اس شعر میں مومن کی قوت کو گردشِ افلاک سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''جمنا کا کنارا'' کے اشعار ملاحظہ ہوں:

اللہ رے! اٹھلائی ہو چال کی شوخی

رک جائے جسے دیکھ کے بہتا ہوا دھارا(76)

اس شعر میں محبوب کی چال کی شوخی کو رواں پانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

نکھرے ہوئے ماتھے پر وہ رنگین سا قشقہ

جس طرح گھٹاؤں میں دمکتا ہوا تارا(77)

اس شعر میں ماتھے پر چمکنے والی قشقہ کو گھٹاؤں میں چمکنے والے تاروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

قشقہ پہ وہ چاندی کا چمکتا ہوا جھومر

جس طرح کہ انگارے پہ ٹھہرا ہوا پارا(78)

اس شعر میں چاندی کے چمکتے ہوئے جھمکے کو انگارے پر ٹھہرے ہوئے پانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم ''شاعر'' کا شعر ملاحظہ ہو:

لطیف تر ورقِ گل سے ہے مرا احساس

مرے لیے ہے تبسم کلی کا اک پیغام(79)

اس شعر میں لطیف ورق کی نزاکت کو کلی کے تبسم کی نزاکت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ماہر القادری کا اندازِ تصور قابلِ تحسین ہے۔ان کی شاعری نظام تشبیہات کا بہترین نمونہ ہیں۔ان کی نظموں میں تشبیہات کا استعمال جس ہنر مندی سے کیا گیا ہے وہ بے مثال ہے۔ ماہر القادری شاعری کے عظیم الشان دیوتا تھے۔ان کے بغیر شاعری ادھوی ہے۔انہوں نے نئے انداز کی شاعری کی اور نظموں کا ڈھانچہ بدل ڈالا۔ماہر القادری ہر موضوع پر شاعری کرنے کا فن رکھتے تھے۔ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ ماہنامہ ''فاران''، کراچی: شمارہ1، جلد19، اپریل1967ء، ص:31

2۔ ماہنامہ ''فاران''، کراچی: شمارہ4، جلد18، جولائی1966ء، ص:33

3۔ ماہر القادری، ذکرِ جمیل، حیدر آباد دکن: 1944ء، ص:172

4۔ ماہر القادری، جذباتِ ماہر، بمبئی: کتاب خانہ تاج،1944ء، ص:33

5۔ ماہر القادری، کردار، حیدر آباد دکن: ادارۂ اشاعت اردو، 1944ء، ص:47

6۔ ماہر القادری، کانچی ہاؤس، حیدر آباد دکن، کتب خانہ عابد، 1948ء، ص:75-74

7۔ ساجد اللہ، تفہیمی، ڈاکٹر، فرہنگ اصطلاحات علومِ ادبی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۹۷ء، ص: ۹۰

8۔ نیر، نور الحسن، مولوی (مولف)، نور الغات، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص: 77

9۔ عابد علی عابد، سید، البیان، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۹ء، ص: ۷۱

10۔ بحوالہ، سید عابد علی عابد، البیان، لاہور: سنگ، میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ء ص: ۹۱

11۔ ایضاً، ص: ۹۳

12۔ ماہر القادری، کلیاتِ ماہر، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، 1992ء، ص: 39

13۔ ایضاً، ص: 67

14۔ ایضاً، ص: 95

15۔ ایضاً، ص: 45

16۔ ایضاً، ص: 50

17۔ ایضاً، ص: 50

18۔ ایضاً، ص: 52

19۔ ایضاً، ص: 52

20۔ ایضاً، ص: 200

21۔ ایضاً، ص: 74

22۔ ایضاً، ص: 74

23۔ ایضاً، ص: 77

24۔ ایضاً، ص: 77

25۔ ایضاً، ص: 123

26۔ ایضاً، ص: 196

27۔ ایضاً، ص: 199

28۔ ایضاً، ص: 199

29۔ ایضاً، ص: 204

30۔ ایضاً، ص: 206

31۔ یضاً، ص: 210

32۔ ایضاً، ص: 212

33۔ ایضاً، ص:212

34۔ ایضاً، ص:256

35۔ ایضاً، ص:298

36۔ ایضاً، ص:132

37۔ ایضاً، ص:135

38۔ ایضاً، ص:152

39۔ ایضاً، ص:152

40۔ ایضاً، ص:153

41۔ ایضاً، ص:153

42۔ ایضاً، ص:215

43۔ ایضاً، ص:217

44۔ ایضاً، ص:217

45۔ ایضاً، ص:231

46۔ ایضاً، ص:279

47۔ ایضاً، ص:327

48۔ ایضاً، ص:156

49۔ ایضاً، ص:70

50۔ ایضاً، ص:83

51۔ یضاً، ص:94

52۔ ایضاً، ص:401

53۔ ایضاً، ص:399

54۔ ایضاً، ص:399

55۔ ایضاً، ص:177

56۔ ایضاً، ص:177

57۔ ایضاً، ص:186

58۔ ایضاً، ص:186

59۔ ایضاً، ص:193

60۔ ایضاً، ص:368

61۔ ایضاً، ص:368

62۔ ایضاً، ص:206

63۔ ایضاً، ص:177

64۔ ایضاً، ص:181

65۔ ایضاً، ص:199

66۔ ایضاً، ص:199

67۔ ایضاً، ص:352

68۔ ایضاً، ص:352

69۔ ایضاً، ص:352

70۔ ایضاً، ص:357

71۔ ایضاً، ص:357

72۔ ایضاً، ص:362

73۔ ایضاً، ص:362

74۔ ایضاً، ص:362

75۔ ایضاً، ص:372

76۔ ایضاً، ص:372

77۔ ایضاً، ص:372

78۔ ایضاً، ص:386